بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

غلبۂ اسلام اور تحفظِ پاکستان کے لیے کام کرتے ہوئے گرد و پیش کے حالات کا مد و جزر دیکھ کر ہم آپ سب کو بڑا اضطراب سا ہوتا ہے، اور یہ اضطراب عین محبتِ دین اور خیر خواہیٔ ملک و وطن کا تقاضا ہے۔ مگر اضطراب ہونے کے معنی لازماً مایوسی ہی نہیں ہوا کرتے۔ یہی کیفیت کسی جماعت یا تحریک کی گاڑی کو آگے بڑھانے کے لیے زور دار اسٹیم بھی ثابت ہوتی ہے۔ اگر دلوں میں اضطراب کی کوئی لہر نہ اٹھے تو پھر جمود و قنوط کی برف گرنے لگتی ہے۔

ایسے ہی لمحاتِ اضطراب میں قرآن کی یہ پکار کسی بھی نہ ملنے کے داعیانِ حق کو سنائی دیتی ہے،

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ — اور نہ ڈھیلے پڑو، نہ دلگیر ہو جاؤ،

أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ — اور تم ہی (آخرکار) غالب آؤ گے —

مُؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران - ۱۳۹) — بشرطیکہ تم ایمان والے ہو!

اور پھر یوں محسوس ہوتا ہے کہ خدا کے فرشتے ہر طرف سے آ آ کر کان میں کہہ رہے ہیں کہ نہ خوف رکھو، نہ ملال۔ (أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا — حٰمٓ السجدہ - ۳۰)

بات نہ من گھڑت نفسیاتِ تسکین کی ہے، نہ قصہ کسی کشف کا — معاملہ تجربے کا ہے۔ پچھلی تہائی صدی میں اقامتِ دین کے لیے جو تھوڑا بہت کام تحریکِ اسلامی کے کارکنوں نے کیا، ہمیشہ سنگین حالات کے ہوتے ہوئے کیا ہے۔ اور جو کچھ کیا ہے وہ بے نتیجہ نہیں رہا، بلکہ نتیجہ خدا نے ہمیشہ مساعی سے بڑھ کر دیا۔ اگر ہم حالات کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے خوف و حزن کا شکار رہ کر ساحلوں پر بیٹھے اونگھتے رہتے، یا اپنے آپ کو بہر چڑھتی موج کے حوالے کر کے بہنے لگتے، یا اضطرابات کے گردابوں میں

ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو ڈبو دیتے تو شاید آج یہاں خدا کا نام لینا اور اقامتِ دین کا پرچم اٹھانا ممکن نہ رہتا۔

آج کا مخلص وقائع نگار، یا کل کا دیانت دار مؤرخ پاکستان کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا کہ اس سرزمین پر پورے بتیس برس کے لمبے دور میں، طرح طرح ایمان کش اور اخلاق سوز احوال سے گزرتے ہوئے اور ملاقی سازشوں اور آمرانہ دور کی فتنہ سامانیوں کے باوجود اگر کسی قوت نے اسلامی نظریہ و نصب العین کو تسلسل سے زندہ اور توانا رکھا تو بلاشبہ یہ سعادت تحریکِ اسلامی کے حصے میں ہے۔

پس ہزار ہدیہ تبریک، (طوبیٰ للغرباء) خدا کے دین کے ہر اس سپاہی کے لیے جس نے مخالفتوں کے ماحول میں بار بار اجنبی بن کر قوموا شھداء للہ (خدا کے لیے گواہی دینے والے نقیب بن کر اٹھو) کا تقاضا پورا کیا، جس نے گالیاں کھا کر، جھوٹے الزام سن کر، تضحیک کا نشانہ بن کر، کفر کے فتووں کے وار سہہ کر، تفرقہ باز مولویوں کے فتنوں کا مقابلہ کر کے اور سرکاری عتاب کے تازیانے کھا کر اپنا وہ بڑا اجتماعی فرض ادا کیا، جس کا عہد کلمۂ اسلام پڑھنے والا ہر شخص خدا سے استوار کرتا ہے۔ ایسے لوگ شہر شہر گاؤں گاؤں سے ایک ایک دو دو کر کے (مثنیٰ و فرادیٰ - سبا ۴۶) اٹھنے والے یہ مرد سپاہی، جب وسائل کے ساتھ بھی، اور بے سروسامانی کے عالم میں بھی (خفافاً و ثقالاً - توبہ ۴۱) نکل کھڑے ہوئے تو اس چھوٹی سی قوت کے ہاتھوں تاریخ کے دھارے کا رخ بدل گیا۔ ان کی منظم کوششوں سے کلمۃ اللہ کی گونج بڑھتی ہی گئی۔

اگر دعوتِ حق کے علمبردار اپنے آپ کو اس کیفیت میں پاتے ہیں تو آج کے حالات کی پیچیدگی کوئی ایسی مردافگن نہیں ہے کہ سپاہیانِ حق جی چھوڑ کے کمریں کھول دیں، اور قلزم تاریخ کے ساحل پر اونگھتے ہوئے موجوں اور مختلف پیراکوں کی کشمکش کا تماشا کرتے رہیں۔ اگر ہمیں خدا نے پہلے بارہا خوفناک طوفانوں کا منہ پھیر دینے کی توفیق دی ہے تو آج بھی یہی ہوگا۔ لیکن اگر اندر کی ایمانی کیفیت کمزور پڑ گئی ہو تو پھر باہر کے سارے مسائل کو لپیٹ کر رکھ دیجیے، اور گھر کے اندر کی خبر لیجیے۔

حالات کی ساری پیچیدگیاں ـــــ بین الاقوامی بھی، اور ملکی بھی، نیز حکومتی دائرے کی بھی، اور سیاسی و مذہبی گروہوں کی پیدا کردہ بھی ـــــ ہمارے سامنے ہیں۔

ہمیں خوب معلوم ہے کہ چاروں طرف سے جماعتِ اسلامی کے خلاف الزام و دشنام کی بوچھاڑ ہے۔ اس حملے میں اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ ساتھ محاذ کے ایک سرے پر اگر طارق علی اور منہاج برنا جیسے لوگ کھڑے ہیں تو دوسرے پر نورانی میاں اور پیر پگاڑو جلوہ گر ہیں۔ ایک مقام اگر بھٹائیوں کا ہے تو دوسرا ربویوں کا۔

اور یہ پورا محاذ زبانوں اور قلموں سے طرح طرح کی فضول باتیں سامنے لا رہا ہے اور غیظ و حسد میں پھنکتے ہوئے عناصر موجودہ حکومت اور اسلامی قوانین اور جماعت اسلامی کے خلاف اپنا اپنا بخار نکال رہے ہیں۔

ایک دلچسپ صورتِ عتاب یہ ہے کہ موجودہ حکومت اور سابقہ کابینہ کے دور سے متعلق جس بھی چیز پر اعتراض ہوا اس کی ذمہ داری جماعت اسلامی پر ڈالی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے تو یہ نکتہ بھی اچھالا کہ "صاحب" کو پھانسی جماعت اسلامی ہی نے دلوائی۔ مجرم، گواہ، عدالت، وکالت کا سارا کھیل تو گویا بس یونہی تماشا تھا اور صدر مملکت کی صدارت بھی محض دکھانے کی چیز تھی، ورنہ ججوں اور صدر کے قلم ہاتھ میں لے کر ہر نوٹ اور فیصلہ تو جماعت اسلامی کے اصحاب ہی لکھتے تھے۔ کوتاہی صرف یہ رہ گئی ہے کہ بارود کے دو حادثوں اور ریلوے اور ٹریفک کے متعدد حادثوں کی ذمہ داری جماعت پر ڈالنے میں الزام تراش حضرات کے دروغ باف دماغوں نے ساتھ نہیں دیا۔

اس بدخبری کا اچھا پہلو یہ ہے کہ چو طرفہ حملہ آوروں کی مبارک توجہات کا ارتکاز یہ بتاتا ہے کہ مقابلے کے قابل اصل قوت جماعت اسلامی ہی کی ہے۔ باقی تو "ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے" ـــــ معاملہ برابر برابر کا ہے۔ کیا رفقاء اس بشارت کو سمجھ سکیں گے؟

بیگانوں اور یگانوں اور دشمنانِ دین اور خادمانِ دین کا متذکرہ مشترکہ محاذ ایک پروپیگنڈا یہ کرتا ہے کہ جماعت اسلامی کے جو لوگ اقتدار پر گئے، انہوں نے بدعنوانیاں کیں اور ناجائز فائدے اُٹھائے۔ اس ہجو کا مطلع تو وہ بڑے زور سے اُٹھاتے ہیں مگر آگے بڑھتے ہوئے اُن کی لے ٹوٹ جاتی ہے۔ کیونکہ مثال میں پیش کرنے کو کوئی امر واقعی نہیں ملتا۔ پھر اور آگے جا کر تو وہ دل ہی دل میں شدید شرمسار

بھی ہونے لگتے ہیں کہ ان لوگوں نے فائدہ تو کیا اُٹھانا تھا، اُلٹا جو فوائد اُن کو جائز طور پر ملتے تھے اُن کو بھی نہیں سمیٹا، بعض نے تنخواہیں لی ہی نہیں اور بعض نے تنخواہ اور سفری الاؤنس وغیرہ سب واپس کر دیئے۔ نہ کسی نے بیٹوں بھتیجوں کو فائدے پہنچائے، نہ کوٹھیاں یا زمینیں الاٹ کرائیں۔ نہ جماعتی ساتھیوں کو نوکریاں دلوائیں۔ کورے کے کورے واپس آگئے۔ پاکستان کی تاریخ میں جماعت کے وزراء نے پہلی بار وہ زریں مثال قائم کی ہے جس کو نبھانا بعد والوں کے لیے مشکل ہوگا۔

ہم خدا کے سامنے اس کے لیے شکر ادا کرتے ہیں، اور مخالفین کے سامنے فخر کا اظہار کرتے ہیں۔

جماعت اسلامی کو کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے والا ایک پروپیگنڈا اور بھی ہے جسے اُٹھانے میں شرپسند بھی شامل ہیں اور نادانی سے ہمارے محب اور خیر خواہ بھی!

وہ یہ ہے کہ جماعت کو بار بار یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ اوّل تو انتخابات ہوں گے ہی نہیں اور ہوئے بھی تو اُن سے مثبت نتائج کا نکلنا ناممکن اور ۱۹۷۰ء کے تجربے کا دہرایا جانا یقینی ہے۔ دینی حلقوں کے ووٹ بٹیں گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اچھی پارٹیوں کو دو دو چار چار نشستیں مل جائیں گی۔ غالب اکثریت مخالفِ اسلام و پاکستان عناصر ہی کی ہوگی۔ پس انتخابات کو ملتوی کرانا چاہیے اور فوجی اقتدار کو جاری رہنے دینا چاہیے۔

یہ بات اتنی بار دہرا دہرا کر اندر سے اور باہر سے کہی گئی ہے کہ یہ ہمارے ذہنوں میں نفوذ کرنے لگی ہے مگر ایسے یاس انگیز نقطۂ نظر کے جڑ پکڑنے کے معنی یہ ہیں کہ اوّل تو ہم آگے بڑھ کر کچھ کام کریں ہی نہیں، اور کریں بھی تو اتنی بے دلی سے کہ کوئی بڑا نتیجہ نہ نکلے۔

ذہن سے اس نقطۂ نظر کا سارا بوجھ اُلٹ کر پرے پھینک دیجیے۔ قطعی طور پر یہ طے کر لیجیے کہ انتخاب ہوں گے اور لازماً ہونے چاہییں اور اُن کو مؤخر نہ کیا جانا چاہیے۔ حالات خاصے اُلجھے ہوئے ہیں اور اگر فوجی اقتدار دو چار مہینے یا سال بھر تک اور آگے چلتا گیا تو یہ اور اُلجھ جائیں گے۔ خطرہ یہ پیدا ہو جائے گا کہ اندر کوئی مدوجزر شروع نہ ہو جائے۔ دوسرا خطرہ یہ سامنے آتا ہے کہ کہیں حالات ویسے ہی نہ ہو جائیں کہ یحییٰ خاں کی طرح جلد سے جلد ایوانِ حکومت سے بھاگنے کا فیصلہ کر کے اقتدار کسی بھی راہ چلتے کی جھولی میں ڈالنا پڑ جائے ـــــ کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون اور کیسا ہوگا۔

انتخابات کے متعلق جب آپ دو ٹوک فیصلہ کر لیں گے تو آپ کی قوتِ عمل صحیح اور پورا کام کرے گی۔

آپ قومی اتحاد کو مضبوط اور وسیع تر کرنے کے لیے بھی کوشاں ہوں گے، اور اپنی جگہ ووٹروں پر بھی اثر انداز ہوں گے۔

انتخابی مہم میں جتنی اہمیت کانفرنسوں، جلسوں، کارنر میٹنگز، گھریلو نشستوں اور پوسٹروں، پمفلٹوں بیانوں، قرار دادوں اور پریس کانفرنسوں کی ہے، اس سے کہیں بڑھ کر اہم اور مؤثر اور نتیجہ خیز کام شہری محلوں اور دیہی بستیوں میں عوام الناس سے انفرادی رابطوں، ملاقاتوں اور گفتگوؤں کا ہے۔

ایک بار اگر جماعت اسلامی کے ارکان، کارکناں اور حامیان دل سے اس خوف کو نکال کر کہ ہر شخص بس اُن کی مخالفت کے لیے تُلا بیٹھا ہے، پورے عزم سے مناسب منصوبے کے تحت میدان میں آجائیں اور کم سے کم ایک لاکھ آدمی آنے والے پانچ ماہ میں سو سو افراد فی کس کے حساب سے رابطہ کریں تو ایک خاصی تعداد اُن کو ایسی ملے گی جو پہلے سے قومی اتحاد یا جماعتِ اسلامی کو پسند کرنے والی ہے۔ ایک تعداد ایسی ملے گی جو معمولی ردّ و کد کے بعد آپ کی ہمنوائی کے لیے تیار ہو جائے گی۔ پھر ایک تعداد وہ ہو گی جس کو تعصبات اور جذباتی ہیجانات سے نکالنے میں ذرا زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔ آخر میں کمیونسٹوں، قادیانیوں، کٹر قسم کے پیپلیوں، خالص مفاد پرستوں، خیانت کاروں، تفرقہ باز مولویوں کے لاعلاج فریب زدہ اور غنڈوں اور جرائم پسندوں کی وہ تعداد رہ جائے گی جسے آخر دم تک بہر حال آپ کی مخالفت کرنی ہے۔

دیہی علاقوں میں اس طرح کا گہرا کام کرنے کے لیے جماعت کے حامی نوجوان طلبہ کو اس سال چھٹیوں کا پورا زمانہ صرف کر دینا چاہیے۔ وہ دو دو چار چار کے وفود بنا کر بھی گشت کریں، وہ اہم بستیوں کے قریب دو دو تین تین روز کے کیمپ بھی لگائیں جہاں سے وہ روزانہ چاروں طرف پھیل کر مسجدوں، گلیوں، اور کھیتوں میں سادہ مزاج دیہاتیوں سے بات کریں۔ اُن کے اعتراضات کے کانٹے نکالیں۔ ان کے مسائل کا تجزیہ کریں۔ انھیں ملک و ملت کے خلاف کام کرنے والی قوتوں اور اُن کے اسلوب کار سے آگاہ کریں۔ نیز اسلام اور پاکستان اور عوام کے لیے اُن کی خطرناکی کو واضح کریں۔

آدمی جب آدمی کے قریب ہو کر بالمشافہ بات کرتا ہے تو آدھی بازی تو اس کے نحوہ جلنے ہی سے سر ہو جاتی ہے۔

دیہاتی علاقوں میں رفاہ و خدمت کے لیے بھی ضروری اقدامات کرنے چاہییں تاکہ اُن کی برکات

ماس ایجوکیشن یا تعلیم عوام کی مہم میں معاون ہوں۔ اس سلسلے میں اوّلین بنیادی ذمہ داری تو یہ ہے کہ آپ لوگوں کے شادی غمی کے مواقع پر اُن کے ساتھ شریک ہوں، اور بیمار پرسی اور شرکت جنازہ اور تعزیت کے لیے جائیں۔ آگے کے کام یہ ہیں کہ کہیں مفت ٹیکے لگانے کا انتظام کریں، کہیں علاج معالجے یا سستی دواؤں کی بہم رسانی کی صورت نکالیں، لوگوں کو درخواستیں لکھ کر دینے کا بندوبست کریں، مطالعہ کے لیے دو تین اخبار منگوا کر ایک معمولی سے ریڈنگ روم کی بنا رکھیں۔ سرکاری محکموں اور اداروں (خصوصاً تعلیم، صحت، زراعت، بجلی وغیرہ) سے کام کرانے کے لیے لوگوں کے ساتھ نکلیں، خواتین کے لیے معمولی سلائی کڑھائی کے تربیتی مراکز کھولیں، مردوں اور عورتوں کے لیے قرآن و حدیث کے درس شروع کریں۔ چھوٹے بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھانے کے لیے مسجد یا کسی گھر میں انتظام کرائیں، مقامی رفاہی اور ترقیاتی کاموں کے لیے لوگوں کو جمع کریں، اور تحریک دلائیں۔

اوپر کی گذارشات کی روشنی میں حلقہ خواتین کی قیادت کو مشورے سے اپنی جگہ خواتین سے رابطے کا ایسا پروگرام بنا لینا چاہیے جو جماعت کے مجموعی منصوبے سے ہم آہنگ ہو۔

کام کی ایک راہ یہ بھی ہے کہ جماعتِ اسلامی سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ دور رہنے والے رشتہ داروں، دوستوں اور سابق کاروباری یا دفتری ساتھیوں کو خصوصی خط لکھ کر آنے والے مراحل کے لیے مشورے دیں۔ اور ان کو حمایت و تائید کے لیے آمادہ کریں۔

معروف انتخابی طریقِ کار کے ساتھ اس مرتبہ ہمیں زیادہ وسیع و عمیق اثرات حاصل کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اور یہ کام اگر اس طریق سے پورا زور لگا کے کیا جائے تو ان شاء اللہ نتائج حوصلہ افزا ہوں گے، بلکہ اگر خدا مدد کرے گا تو نتائج کی مقدار کام کے تناسب سے بڑھ جائے گی۔

مندرجہ بالا مجموعی نقشۂ کار کے علاوہ دو مخالف قوتوں کے متعلق خصوصی مہم چلانی ہوگی۔ ایک قوت کمیونسٹوں کی ہے جو اس وقت اپنی پوری ذہانت صرف کر کے ہر محاذ پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہی ہے۔

اس قوت کے خلاف اسی طرح کام ہونا چاہیے جیسے ۱۹۷۰ء میں دار الفکر کی مطبوعات کی صورت میں ہوا تھا۔ مگر اب سابق کام سے کچھ کام آگے بڑھانے ہوں گے۔ وہ یہ ہیں:

۱- کمیونزم نے تاریخی سفر کے جو مزید مراحل اب تک طے کر لیتے ہیں ان کے حقائق کو سامنے لایا جائے۔

۲۔ خاص طور پر روس پون صدی میں اپنے باشندوں .... کی جبری سستی مزدوری استعمال کرنے کے باوجود جن پہلوؤں میں بڑی اقوام سے پیچھے ہے اُن کو اجاگر کیا جائے۔

۳۔ روس کے اندر عوام کی جو بے چینی تحریکِ حقوق کے پیرائے میں ظاہر ہو رہی ہے، اس کو پیش کیا جائے۔

۴۔ روس سے نکلنے والے دانشوروں کے تجربات سے عوام کو آگاہ کیا جائے۔

۵۔ روس کے مسلمانوں پر جو کچھ گذری ہے اور اب وہ جس حالت میں ہیں نیز اسلام سے متعلق جس طرح کا نظریہ کام کر رہا ہے، اس کی تصویر کشی کی جائے۔

۶۔ روس کی پالیسیوں اور کارروائیوں کی چکی میں جو مسلمان ممالک اب تک پسے ہیں اور پس رہے ہیں۔ اُن سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

۷۔ پاکستان میں کمیونسٹ سوشلسٹ گروہ کے عام تاریخی جائزے کے ساتھ ساتھ بعض خاص اداروں میں اور خاص مواقع پر انھوں نے جو پارٹ ادا کیا ہے اس کی رپورٹ قوم کے سامنے رکھی جائے

۸۔ علاقائی زبانوں اور کلچر کو بنیاد بنا کر ان لوگوں نے پاکستان کو ٹکڑوں میں بانٹنے کے لیے جو مساعی کی ہیں اور بائیں بازو کے سیاست کاروں نے پاکستان میں چار چار صوبائی قومیتوں کا نعرہ لگا کر جن فتنوں کی بنیاد رکھی ہے ان کا حال بھی سامنے آنا چاہیے۔

۹۔ ادب میں اسلام، اسلامی کرداروں، اسلامی شخصیتوں اور اسلامی قانون کے خلاف تحقیر و تضحیک کے لیے جو کچھ لکھا گیا ہے، فحاشی و عریانی پھیلانے کے لیے جو فن پارے پیش کیے ہیں، اسلامی معاشرے کے محترم رشتوں کی جس طرح تذلیل کی گئی ہے، نیز نظریہ پاکستان کے خلاف جو مواد اب تک آ رہا ہے، اس کا پورا گلدستہ سجا کر برسرِ عام رکھ دینا چاہیے۔

مطالعہ رکھنے والے ذہین افراد کا ایک گروپ کنارے بیٹھ کر صرف اس کام کو انجام دے۔ ساتھ کے ساتھ پمفلٹ مرتب ہو کر شائع ہوتے جائیں۔ یہاں تک کہ تین ماہ میں ضروری مواد اگر پورا اشاعت میں نہ آسکے تو بھی مرتب ضرور ہو جائے۔

دوسری مخالف قوت مکفّر اور تفرقہ باز مولویوں کی ہے جو امت کی وحدت کو پھاڑ کر موجودہ نازک مرحلے میں دانستہ یا نادانستہ مخالفِ اسلام عالمی سازشی کاروں کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مناسب صورتیں یہ ہیں:۔ (باقی بر صفحہ ۴۶)

(بقیہ اشارات)

۱۔ ایسی بڑی کانفرنسیں اور مقامی اجتماعات جن میں امتِ محمدیہ کے اتحاد کی تلقین کی جائے اور بتایا جائے کہ خدا نے حضورؐ کو اپنے اس احسانِ خاص کی طرف توجہ دلائی ہے کہ مسلمانوں کے لیے اسلام ذریعۂ وحدت و اخوت بنا۔ نیز واضح کیا جائے کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا، ان کے افتراقات کو ختم کرنا اور اتحاد کو ہر رخنہ اندازی سے بچانا دراصل رسول اللہؐ کی تفویض کردہ میراثِ وحدت کی پاسبانی ہے۔ واضح کیا جائے کہ خدا کے رسولؐ نے مسلم کہلانے والوں کی ایک جان امت چھوڑی ہے، فرقے بنا کر نہیں دیے۔ تفرقہ تو حضورؐ کی تعلیم و سنت کا ترک ہے۔

۲۔ عوام پر یہ واضح کیا جائے کہ آج تک تاریخ میں مسلمانوں نے جو معرکے بھی کامیابی سے لڑے ہیں وہ اتحاد کی قوت کے بل پر لڑے ہیں، اور جہاں کہیں اُن کی صفوں کا اتحاد ٹوٹا، وہیں ناکامی پیش آئی۔ خود برصغیر میں تحریک پاکستان کسی ایک فرقے کے چلانے سے نہیں چلی۔ پاکستان نہ کسی ایک فرقے نے بنایا ہے اور نہ کسی ایک فرقے کی اس پر اجارہ داری ہے۔ قرارداد مقاصد کسی ایک فرقے کے زور سے پاس نہیں ہوئی۔ جہاد ستمبر ۶۵ء کسی ایک فرقے کے سپاہیوں نے نہیں لڑا۔ قادیانیوں کا غیر مسلم اقلیت قرار دینا کسی ایک فرقے کا مرہونِ منت نہیں ہے۔ تحریک ۷۷ء کسی ایک فرقے کی برپا کردہ نہ تھی اور نہ کسی ایک فرقے نے قربانیاں دی ہیں۔ یہ جتنے واقعات ہوئے ہیں سب کے سب مسلمانوں کے وسیع اتحاد کی برکت سے ہوئے ہیں۔ یہ اتحاد اگر نہیں ہوگا تو ہر کام خراب ہوکے رہیگا۔

۳۔ یہ حقیقت بھی نمایاں کی جائے کہ جہاں ہمارے اندر نظام اسلامی کے قیام میں مختلف قوتیں مزاحمتیں کر رہی ہیں اور معاشی و اخلاقی احوال کو بد سے بدتر بنا رہی ہیں، وہاں ہمارے گرد و پیش کا ماحول بے حد خراب ہے۔ تیسری طرف اسلام، اسلامی انقلاب کی تحریکوں اور خود پاکستان کے خلاف بہت بڑی عالمی سازش کام کر رہی ہے جس میں سفید و سرخ سامراج ہم آہنگ ہو گئے ہیں اور جس میں یہود و ہنود دوش بدوش ہیں اور جس میں صلیب پرستوں کا بھی پورا پورا حصہ ہے یعنی ہم سے بڑی بڑی مخالف قوتیں تو یہ احساس کر کے متحد ہو گئی ہیں کہ انقلابی اسلام کا خطرہ سر پر آ گیا ہے۔

ان خطرناک حالات سے عہدہ برا ہونا اتحاد کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ آزمائش جو ہمارے اتحاد کے باوجود بڑی مشکل نوعیت کی ہے، ہم اس کے سامنے بچوں کی طرح اگر بات بات پر لڑنے لگے۔ ایک دوسرے سے نفرت کا اظہار کیا، لوگوں کو اشتعال دلا کر تصادم پیدا کئے تو ممکن ہے کہ وقتی طور پر آنے والے انتخابات میں کسی گروہ کو

اپنی جگہ دو چار سیٹیں زیادہ مل جائیں، مگر اندر اور باہر سے جب لادینیت اور اسلام دشمنی اپنا کام شروع کرے گی تو ہمارے کامیاب ہونے والے تفرقہ باز بھی بُری طرح ناکام رہیں گے۔ جیت معمولی سی ہو گی اور ہار بہت دردناک ہو گی۔

جو مذہبی لوگ ملکی اور بین الاقوامی لحاظ سے سنگین پیچیدگیٔ احوال کے باوجود تفرقہ انگیزی کی انتہائی مہلک حکمت عملی اختیار کر رہے ہیں وہ یا تو بے حد سادہ لوح اللہ لوک ہیں، یا پھر ان کو مخالف اسلام سازشی قوتوں نے آلۂ کار بنا لیا ہے۔ براہ راست نہ سہی، بالواسطہ سہی۔

ان عالمی قوتوں کے صیادانہ منصوبے کو کامیاب بنانے کے لئے ان کے کارندے یہاں پہلے سے موجود ہیں۔ سرمایہ دار طبقے میں بھی اور کمیونسٹوں میں بھی۔ یہ کارندے بڑی چابکدستی سے کسی بزرگ اور اس کے حواریوں کو مسکہ لگاتے ہیں کہ جناب والا! آپ کی تو بڑی قوت ہے اور سارا دار و مدار آپ ہی پر ہے آپ خود آگے بڑھ کر اپنا راستہ بنایئے اور قومی اتحاد یا جماعت اسلامی کو اپنے کندھوں پر پاؤں رکھ کر آگے نہ بڑھنے دیجئے۔ قومی اتحاد نے تو آپ کو محض اس لئے ساتھ لیا تھا کہ آپ کی طاقت کو اپنے کھاتے میں ڈال کر اس سے کمائی کرے۔ اور جماعت اسلامی تو اسلام اور پاکستان کے لئے خود ہی بڑی خطرناک چیز ہے، خدا کے لئے پاکستان کو اس کے چنگل میں پڑنے سے بچائیں۔

یہ ہے تکنیک جسے کسی بھی حقائق ناآشنا بڑے سے بڑے تفرقہ باز مولوی کو (جس کی نگاہ اس منشوری وجود سے آگے نہیں جاتی جس کا نچلا گھیرا ان کے مریدوں پر مشتمل ہے اور جس کی چوٹی ان کی ذات ہے) صاف دکھائی دینے والے مخالفِ اسلام عناصر چرخ چڑھا دیتے ہیں۔

۴۔ یہ حقیقت نمایاں کر کے سمجھائی جائے کہ چاڈ کے مسلمان ہوں یا اریٹریا کے، فلپائن کے ہوں یا قبرص کے کشمیر کے ہوں فلسطین کے ـــ اور حالیہ حادثات کی روشنی میں جمشید پور کے ہوں یا علیگڑھ کے، دشمنِ اسلام قوتوں نے کسی بھی جگہ اس بنا پر حملہ نہیں کیا کہ تم بریلوی اور اصلی اہلسنت ہو اور کسی بھی جگہ اس بنا پر کلمہ گو کو نہیں بخشا کہ تم دیوبندی ہو یا وہابی۔ ان کا حملہ تو ہر اس شخص کے خلاف ہے جو "مسلم" ہے۔ خواہ وہ فقہی مسائل اور شعائر و مناسک میں کسی بھی مکتب فکر سے وابستہ ہو۔ بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) میں تباہی آئی تو وہاں یہ سوال نہ تھا کہ تم نورانی میاں کو مانتے ہو یا مولانا رو پڑی کو۔ اسی طرح آج افغانستان میں جو مسلمان مصیبت کے گرداب میں مبتلا ہیں ان کے خلاف توپوں کے دھانے اس دلیل سے نہیں کھولے گئے کہ

تم سید احمد بریلوی شہید کے محب ہو یا احمد رضا خان بریلوی کے عقیدت مند۔ جب حملہ مسلمان پر مسلمان ہونے کے لحاظ سے ہو اور ہر فرقے کے مسلمان شکار ہو رہے ہیں تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی ایک فرقے کا محاذ بنانا اپنی شکست کا سامان پیدا کرنا ہے۔ محاذ پورے مسلمانوں کا متحدہ ہونا چاہیئے۔

پھر یہ کہ کسی قلعے پر اگر باہر سے چو طرفہ گولہ باری ہو رہی ہے تو دشمن سے ملا ہوا کوئی غدار ہی ایسا کر سکتا ہے کہ وہ قلعے کے اندر کی قوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو آپس میں لڑانے کا اہتمام کرے۔

۵۔ ایسے عناصر کے ۱۹۴۷ء کے رویئے اور اب ۱۹۷۹ء کے رویئے کے تضادات کو اچھی طرح نمایاں کیا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یا اس وقت یہ لوگ برسرِ باطل تھے، اور یا اب جھوٹ بولتے ہیں۔

۶۔ یہ حضرات تحریک پاکستان کا سرخیل (CHAMPION) ہونے کا جو ڈھول گلے میں ڈال کر بجا رہے ہیں اس کا پول کھولنے کے لئے ان کے ماضی کے فرمودات اور نگارشات کا کچا چٹھا زور شور سے لوگوں کے سامنے لایا جائے۔ جیسے حال ہی میں جسارت کراچی میں کچھ مواد چھپا ہے جس نے حضرت کے بہت سے مریدوں اور غیر مریدوں کو پریشان کر دیا ہے۔

یہ دو محاذ اگر محنت سے سر کر لئے جائیں اور مخالف قوتوں کا زور توڑنے میں کوئی کسر نہ رہنے دی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ حالات کی رَو پر قابو نہ پایا جائے۔

اس وقت جبکہ دنیا بھر میں اسلامی تحریکات پیشقدمی کر رہی ہیں مغربی فلسفوں کی جو مرعوبیت مسلمانوں پر طاری ہوئی تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ ایران میں اسلام کے حق میں بھرپور انقلابی عمل واقع ہو چکا ہے پاکستان میں یہ عمل جاری ہے جہاں مخالف اسلام قوتیں بھنا کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب اور کینے کا اظہار کر رہی ہیں وہاں اس امر کا موقع بھی واضح طور پر سامنے ہے کہ خدا کے بندے مجاہدانہ جذبے سے مخالفتوں کے طوفانوں سے گزر کر ساحل مراد پر جھنڈے گاڑ دیں۔ آپ پیشقدمی کریں تو آپ کو قرآن کی یہ ہمت افزا پکار سنائی دے گی۔ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

ہمارے لیے اس صورت حالات میں سبق ہے جس کے بارے میں یہ کہہ کر مسلمانوں کو ڈرایا گیا تھا کہ ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم (لوگ تمہارے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں پس ان سے ڈرو) مگر مسلمانوں کا جواب یہ تھا کہ ہمارے لیے سب کے مقابلے میں اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے (آل عمران ۱۷۳) اور دوسرے موقعے پر اُن کا جواب تھا کہ ان حالات کا تو اللہ نے پہلے سے وعدہ کر رکھا ہے اور سچ کہا اللہ نے اور سچ کہا اُس کے رسول نے! (الاحزاب ۲۲) اور اُن کے ایمان و اسلام میں مزید اضافہ ہوا!